مولانا سراج احمد فاروقی
جامعہ کراچی

# زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا نظام قانون اور اسلام

(دوسری قسط)

## نکاح اور اس کے متعلقات

جاہل عربوں میں کئی قسم کے نکاحوں کا رواج تھا۔

۱۔ ان میں سے ایک نکاح تو وہ تھا۔ جو آج بھی مسلمانوں میں باقی ہے یعنی ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس اس کے ولیہ (وہ عورت جو اس کی ولایت میں ہو) کے متعلق پیغام بھیجتا تو ولی اسے قبول کرلیتا اور نکاح ہو جاتا[۱]۔ اسلام نے اس نکاح کو برقرار رکھا لیکن کچھ حدود اور اصول مقرر کر دیئے۔

## نکاح شغار

یعنی کوئی شخص اپنی بیٹی یا اپنی ولیہ کا کسی دوسرے شخص سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ شخص بھی اپنی بیٹی یا اپنی ولیہ کا اس سے نکاح کرے اور دونوں بیویوں کا کوئی مہر نہ ہو بلکہ خود نکاح مہر کا بدلہ ہو[۲]۔

اسلام نے اس قسم کے نکاح سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے۔

---

[۱] الشوکانی۔ نیل الاوطار جلد ۶ ص ۱۵۸ بحوالہ بخاری

[۲] الصنعانی سبل السلام جلد ۳ ص ۱۶۱

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الشغار۔[1]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

لاشغار فی الاسلام[2] یعنی اسلام میں نکاح شغار کی اجازت نہیں ہے۔

**۲ نکاح مقت** یعنی بیٹا اپنے باپ کی وفات کے بعد باپ کی اس بیوی سے نکاح کرے جو اس کی سوتیلی ماں ہو لیکن نہ اس کا مہر ادا کرے اور نہ اس کی رضامندی حاصل کرے۔ بیٹے کو یہ بھی اختیار تھا کہ وہ جس شخص سے چاہے اپنی بیوہ سوتیلی ماں کا نکاح کردے اور اس کا مہر خود لے لے۔ اور اگر چاہے تو اس کے نکاح سے باز رہے یہاں تک کہ وہ مرجائے اور بیٹا اس کا وارث ہو جائے۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں میں عام طور سے یہ نکاح رائج تھا۔[3]

اور اگر بیٹے کو اس کی طرف رغبت نہ ہوتی تو متوفی کے بھائی اور اس کے عصبات کی طرف یہ حق منتقل ہو جاتا تھا۔

اور سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوتا وہ سب سے زیادہ حقدار ہوتا تھا۔[3]

اسلام نے اس نکاح کو باطل قرار دیا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا[4]

یعنی اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ (دادا یا نانا) نے نکاح کیا ہو مگر جو بات گذر گئی۔ بیشک یہ (عقلاً بھی) بڑی بےحیائی ہے

---

[1] الشوکانی نیل الاوطار جلد ۵ ص ۱۶۸

[2] الجصاص احکام القرآن جلد ۱ ص ۱۰۶، ۲۰۲ رشید رضا تفسیر المنار جلد ۴ ص ۴۶۴۔

[3] الاوضاع التشریعیۃ ص ۵۴۔

[4] سورۃ النساء آیت ۲۲۔

اور (عرفاً بھی) نہایت نفرت کی بات ہے اور (شرعاً بھی برا طریقہ ہے۔

اور دوسری جگہ قرآن مجید نے ارشاد فرمایا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ ۔ [1]

یعنی اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ تم جبراً عورتوں کے مالک بن جاؤ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ وصول کرو۔

## ۴ دو بہنوں سے یا متعدد عورتوں سے نکاح کرنا

زمانہ جاہلیت میں یہ رواج بھی تھا کہ ایک بہن سے نکاح کیا اور اس کی طلاق یا وفات کے بغیر دوسری بہن سے نکاح کرلیا اور اس طرح دونوں بہنیں ایک وقت میں ایک ہی شخص کے نکاح میں جمع ہو جاتی تھیں۔ اسلام نے دو بہنوں کو نکاح کرنے کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ محرمات کے سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے

وان تجمعوا بين الاختين ۔ [2] یعنی اور (تم پر) یہ (بھی حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو (اپنے نکاح میں) ایک ساتھ رکھو۔

اسی طرح جاہلیت میں ایک مرد غیر محدود عورتوں سے نکاح کرلیتا تھا لیکن قرآن نے چار بیویوں تک تو نکاح کی اجازت دی اور بیک وقت چار سے زیادہ بیویوں کو نکاح میں جمع کرنا ممنوع قرار دیا جیسا کہ ارشاد ہے :-

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝ [3]

---

[1] سورہ النساء آیت ۱۹

[2] 〃 〃 ۲۳

[3] 〃 〃 ۳

یعنی اور (حلال) عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔ پس اگر تم کو اس کا احتمال ہو کر عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کو بس کرو۔ یا لونڈی جو تمہاری ملک میں ہو وہی سہی اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔

امام شافعی نے ان لا تعولوا (زیادتی نہ ہونے) کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ تمہاری اتنی زیادہ اولاد نہ ہوجائے کہ تم ان کی دیکھ بھال اور خبرگیری کی استطاعت نہ رکھ سکو۔[۱]

نیز حدیث شریف میں وارد ہوا ہے:۔

ان غیلان بن سلمة الثقفی اسلم وله عشرة نسوة تزوجهن فی الجاهلية۔ فاسلمن معه فامره النبی صلی الله علیه وسلم ان یختار اربعا منهن ویفارق الباقیات۔[۲]

یعنی غیلان بن سلمہ ثقفی جب اسلام لائے تو ان کے دس بیویاں تھیں جن سے انہوں نے زمانہ جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہو گئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ ان میں سے چار کو اپنے نکاح میں رکھیں اور باقی کو چھوڑ دیں۔

**۵ محرمات** عربوں میں مائیں، بیٹیاں، پھوپھیاں اور خالائیں حرام تھیں اور عورتوں پر ان کے اصول و فروع، ماموں، چچا اور متبنیٰ بھی حرام تھے۔[۳]

اسلام نے ماں وغیرہ کی حرمت کو برقرار رکھا اور تفصیل سے تمام محرمات کو بیان کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ

---

[۱] استاذ محمد سلام تاریخ التشریع الاسلامی و مصادرہ ص۳۲۔

[۲] الصنعانی سبل السلام جلد ۳ ص۱۷۵۔ الشوکانی نیل الاوطار ص۱۶۰۔

[۳] الاوضاع التشریعیة ص۵۳۔

فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا
دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ٘ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ
اَصْلَابِكُمْ٘ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ۚ
كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا
بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ ؕ [1]

یعنی تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں رہتی ہیں جو ان بیویوں سے ہوں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو اور اگر تم نے صحبت نہ کی ہو تو تم کو کوئی گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیٹیاں جو تمہاری پشت سے ہوں اور یہ بھی حرام ہیں کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ رکھو لیکن جو پہلے ہو چکا بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحمت والے ہیں اور وہ عورتیں جو شوہر والیاں ہیں مگر جو کہ تمہاری مملوک ہو جائیں اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئیں ہیں یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعے سے چاہو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ صرف مستی نکالنا نہ ہو۔

لیکن متبنیٰ کے لئے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا کہ:۔

وماجعل ادعیاءکم ابناءکم [2]

یعنی اور (اللہ تعالیٰ نے) تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنا دیا۔

---

[1] سورہ نساء آیت ۲۲۔

[2] سورہ احزاب آیت ۴۔

**۶۔ مہر** جاہلیت میں جب کوئی شخص اپنی مولیہ کا نکاح کرتا تو اس کا مہر خود لے لیتا تھا۔
لیکن قرآن مجید نے حکم دیا کہ:۔

واتوا النساء صدقاتھن نحلۃ۔[1]

یعنی اور تم لوگ بیبیوں کو ان کے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو۔
یہ آیت شوہر اور غیر شوہر دونوں کو شامل ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت؛

وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ۔[2]

یعنی اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مال کے ذریعے چاہو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ صرف مستی ہی نکالنا نہ ہو۔
اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ مرد عورت کو مہر ادا کرے اور یہ مہر مرد پر عورت کا حق ہے۔[3]

**۷۔ طلاق** فسخ نکاح کی کئی صورتیں ہیں ان میں سے ایک طلاق ہے طلاق کے ذریعے عقد نکاح ختم ہو جاتا ہے اور اس سے زوجین کے درمیان زوجیت کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔[4]
اور اسلامی شریعت میں مخصوص الفاظ کے ذریعے زوجیت کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔[5]
جاہلیت میں طلاق کا بھی رواج تھا لیکن اس کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔[6]
شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت میں اس سے رجوع کر لیتا۔ اور یہ عمل کئی بار

---

[1] سورہ النساء آیت ۴۔
[2] 〃 〃 ۲۴۔
[3] الخضری تاریخ التشریع الاسلامی ص۔
[4] استاد علی الخفیف محاضرات من فرق الزواج ص۱۔
[5] شرح العنایۃ علی الھدایۃ جلد ۲ ص۲، فتح القدیر جلد ۳ ص۲۱۔
[6] رشید رضا تفسیر المنار ج ۲ ص۳۸۲۔

کرتا رہتا تھا۔ اس طرح شوہر اپنی بیوی کو نقصان پہنچاتا تھا اور اس کو معلق کر دیتا تھا کہ نہ تو اس کے حقوق زوجیت ادا کرتا تھا اور نہ اس سے جدائی اختیار کرتا تھا کہ وہ کسی دوسرے سے نکاح کر لے بلکہ عدت ختم ہونے کے بعد بھی وہ مطلقہ کو نکاح سے باز رکھنے کا اختیار رکھتا تھا۔

لیکن قرآن مجید نے ارشاد فرمایا کہ :۔

الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان [1]

یعنی طلاق دو مرتبہ ہیں پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا بھلی طرح سے۔

نیز ارشاد فرمایا کہ :۔

فَاِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ [2]

یعنی پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو وہ پھر اس کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند سے نکاح نہ کرے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے :۔

وَاِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ اَنۡ يَّنۡكِحۡنَ اَزۡوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوۡا بَيۡنَهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ [3]

یعنی اور جب تم میں ایسے لوگ پائیں جائیں کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دیدیں پھر وہ عورتیں اپنی عدت بھی پوری کر چکیں تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ وہ باہم رضامند ہو جائیں دستور اور قاعدہ کے موافق۔

**۸ خلع** اہل عرب خلع کے ذریعے بھی نکاح فسخ کرتے تھے یعنی بیوی یا اس کے خاندان کے لوگ شوہر کو کچھ مال دیتے تھے تاکہ وہ بیوی کو طلاق دیدے [4]

---

[1] سورہ البقرہ آیت ۲۲۹

[2] 〃 〃 ۲۳۰

[3] 〃 〃 ۲۳۲

[4] استاد علی خفیف فرق الزواج ص ۳۲

اسلام نے خلع کو برقرار رکھا اور فقہاء نے اس کے شرائط و متعلقات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لہ

**۹ ایلاء** یعنی شوہر بیوی سے وطی نہ کرنے کی قسم کھائے۔ عربوں میں فسخ نکاح کی ایک صورت ایلاء بھی تھی جس کی مدت ختم ہونے کے بعد طلاق واقع ہو جاتی تھی اور یہ مدت ایک سال اور بعض اوقات دو سال ہوتی تھی اسلام نے ایلاء کو برقرار رکھا لیکن اس کی مدت چار ماہ کی مقرر کی جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:-

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ کہ

یعنی جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیں ان کو چار مہینے کی مہلت ہے پھر وہ اگر رجوع کرلیں تو اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ بخشنے والا اور جاننے والا ہے

اگر اس مدت میں شوہر بیوی کے پاس نہ جائے تو بعض فقہاء اسلام کے نزدیک طلاق بائن اور بعض کے نزدیک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے ۳ہ

**۱۰ ظہار** عربوں کے نزدیک ظہار بھی بمنزلہ طلاق کے تھا کہ جس کی صورت یہ تھی کہ شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ میرے اوپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ ۵ہ

اسلام نے ظہار کو طلاق کی حیثیت سے ختم کر دیا لیکن اس میں کفارہ واجب کیا جس کی ادائیگی کے بغیر بیوی کو چھونا یا قریب جانا درست نہیں ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:-

---

لہ عبد الکریم زیدان احکام الذمیین والمستامنین فی دار الاسلام ص ۲۹۔

کہ سورہ البقرہ آیت ۲۲۶، ۲۲۷

۳ہ الجصاص احکام القرآن جلد ا ص ۳۵۷، الشوکانی نیل الاوطار جلد ۶ ص ۲۵۷، ۲۵۸

۴ہ " " " ۲ ص ۱۷ا۔

۵ہ الخضری تاریخ التشریع الاسلامی ص ۸۳

اَلَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْکُمْ مِّنْ نِّسَآئِھِمْ مَّا ھُنَّ اُمَّھٰتِھِمْ اِنْ اُمَّھٰتُھُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَھُمْ وَاِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ○ وَالَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ذٰلِکُمْ تُوْعَظُوْنَ بِہٖ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا ذٰلِکَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ [1]

یعنی تم میں جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں تو صرف وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ اور بیشک ایسا کہنے والے بیہودہ بات کہتے ہیں اور جھوٹ بکتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا بخشنے والا ہے۔ اور جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں سے ظہار کریں پھر وہ کچھ کہہ چکے اس کا تدارک کرنا چاہیں تو قبل اس کے کہ دونوں مباشرت کریں ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے۔ یہ اس لئے کہ تم کو اس کے ذریعے سے نصیحت کی جائے۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے۔ پھر جسے یہ میسر نہ ہو تو قبل اس کے کہ دونوں مجامعت کریں ظہار کرنے والے کے ذمے دو مہینے کے متواتر روزے رکھنا ہے پھر جس سے یہ ممکن نہ ہو تو اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

**۱۰۔ عدت**

آثار فرقت میں سے عدت ہے۔ عدت اس مدت کو کہتے ہیں جس میں عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی۔ عدت کی حکمت رحم کو پاک کرنا ہے تاکہ نسب غلط ملط نہ ہو جائے[2] عربوں میں عدت کا بھی رواج تھا اور وفات کی صورت میں اس کی مدت پورا ایک سال تھی[3] اسلام نے عدت کے نظام کو برقرار رکھا لیکن اس کی مقدار بیان کی پس حائضہ

---

[1] سورہ المجادلہ آیت ۲-۴۔ [2] فرق الزواج ص ۳۲۷ - ۳۲۸۔

[3] الاوضاع التشریعیۃ ص ۵۶۔

کے لئے تین قروء - اور غیر حائضہ کے لئے تین ماہ اور جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کے لئے چار ماہ دس دن اور حاملہ کے لئے وضع حمل کو عدت کی مدت قرار دیا لیکن صحبت سے قبل تفریق کی صورت میں کوئی عدت نہیں ہے - جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہوتا ہے :-

(الف) يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ [1]

یعنی اے پیغمبر جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو ان کی عدت (یعنی حیض) سے پہلے طلاق دو - اور عدت کو گنتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے - ان عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کریں (تو اور بات ہے) اور یہ سب اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں - اور جو اللہ کے حدود سے تجاوز کرے گا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا -

(ب) وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ۚ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ [2]

یعنی اور تمہاری بیبیوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے نا امید ہو چکی ہیں اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو حیض نہیں آیا اور حاملہ عورتوں کی عدت اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے -

(ج) وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

---

[1] سورۃ الطلاق آیت ۱ -

[2] " " ۴ -

الۡاٰخِرِ ؕ ۱؎

یعنی اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم میں پیدا کیا ہو اس کو پوشیدہ رکھیں اور اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتی ہیں۔

(د) وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ ۲؎

یعنی اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیویاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن۔

(ہ) لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ ۔ ۳؎

یعنی کچھ گناہ نہیں تم پر اگر بیویوں کو ایسی حالت میں طلاق دیدو کہ تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو۔

(و) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۔ ۴؎

یعنی اے ایمان والو جب تم مسلمانوں عورتوں سے نکاح کرو۔ پھر تم ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو۔ تو ان کو کچھ متاع دیدو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کردو۔

---

۱؎ سورہ البقرہ آیت ۲۲۸

۲؎ 〃 〃 ۲۳۴

۳؎ 〃 〃 ۲۳۶

۴؎ سورۃ الاحزاب آیت ۴۹

**الوصیت** وصیت سے مراد ہے موت کے بعد کسی شخص کو کسی چیز کا مالک بنانا۔ عربوں میں وارث اور غیر وارث دونوں کے لئے وصیت کی اجازت تھی لیکن اس کی کوئی حد مقرر نہ تھی اسلام نے وصیت کے نظام کو برقرار رکھا۔ لیکن صرف ثلث مال میں وصیت کی اجازت دی اور ثلث سے زائد کو ورثہ کی اجازت پر موقوف رکھا[۲] جیسا کہ احادیث میں وارد ہے :۔

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ قال مرضت عام الفتح مرضا اشفیت منہ علی الموت فاتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی فقلت یا رسول اللہ ان لی مالا کثیرا ولیس یرثنی الا ابنتی فاوصی بمالی کلہ قال لا قلت فثلثی مالی قال لا قلت فالشطر قال لا قلت فالثلث قال الثلث والثلث کثیر انک ان تذر ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرھم عالۃ یتکففون الناس انک لن تنفق نفقۃ الا اجرت فیھا حتی اللقمۃ ترفعھا الی فی امراءتک الخ ۔[۳]

یعنی حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں ایسا بیمار پڑا کہ میں مرنے کے قریب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بڑا مالدار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک لڑکی ہے تو کیا میں اپنے کل مال کی وصیت کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا کہ دو تہائی مال تو آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا آدھا مال تو آپ نے فرمایا نہیں میں نے کہا تہائی مال تو آپ نے فرمایا تہائی کافی ہے اور تہائی بھی بہت ہے اگر تم اپنے وارثوں کو امیر چھوڑو تو اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو غریب چھوڑ دو کہ

---

[۱] الدر المختار جلد ۵ ص ۵۱۸

[۲] الجصاص احکام القرآن جلد ۱ ص ۱۶۴ وما بعد، الاوضاع التشریعیۃ ۔۔

[۳] بخاری جلد ۱ باب الوصیۃ بالثلث ص ۳۸۳، ترمذی جلد ۲ باب ماجاء فی الوصیۃ بالثلث ص ۳۳، ابن ماجہ جلد ۲ باب الوصیۃ بالثلث ص ۵۷، دارمی باب الوصیۃ بالثلث ص ۴۶۱۔ ۴۶۲۔

لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اور تم جو کچھ خرچ کروگے اللہ تعالیٰ تمھیں اس کا اجر دیگا۔ یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی تم کو اجر ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالوگے۔

**۱۲ میراث** اہل عرب میراث کو ملکیت کا ایک سبب سمجھتے تھے۔ اور یہ وراثت دو چیزوں کی وجہ سے ہوتی تھی (۱) نسب (۲) سبب۔

نسب کی وجہ سے میراث کے مستحق بڑے لڑکے ہوتے تھے جو کہ جنگیں کرتے تھے۔ اور مال غنیمت حاصل کرتے تھے[۱] اور اگر لڑکے موجود نہ ہوتے تو بھائی اور چچا وغیرہ مستحق میراث ہوتے تھے اور عورتیں اور چھوٹی اولاد لڑکا ہو یا لڑکی وارث نہیں ہوتے تھے۔ عربوں میں عورتوں اور چھوٹے بچوں کو میراث سے محروم کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ جنگ اور لوٹ مار کو کسب مال کا اہم ذریعہ سمجھتے تھے اور عورتیں یا چھوٹے بچے اس کی قدرت نہیں رکھتے تھے لیکن افسوس ہے کہ یہ حقیقت ان کی نظر سے اوجھل ہوگئی کہ انصاف اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو بھی ترکے میں کچھ حصہ ملے اس لئے کہ وہ بھی مادی امداد کے مستحق ہیں۔ نیز مال کبھی لوٹ مار کے بغیر بھی تو حاصل ہوتا ہے۔ ان کے برخلاف اسلام نے تمام حقداروں کو ان کا حق دیا اور عورتوں اور چھوٹے بچوں کو بھی وراثت میں شریک کرکے ان پر ظلم و زیادتی کو بالکل ختم کر دیا[۲]

سبب کی وجہ سے وراثت متبنی بنانے حلیف بنانے اور باہمی معاملہ کرنے پر مبنی ہوتی تھی۔ جب اسلام آیا تو اس نے ایک زمانہ تک میراث کے معاملے میں ان کو اپنے حال پر چھوڑا اس کے بعد متبنی بنانے کی بنیاد پر وراثت کو منسوخ کر دیا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے :۔

وما جعل ادعیاکم ابناءکم[۳]

یعنی اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنا دیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

---

۱ تفسیر طبری جلد ۸ ص ۳۲۲۔

۲ ڈاکٹر محمد یوسف موسی الترکۃ والمیراث فی الاسلام ص ۲۴۔

۳ سورۃ الاحزاب آیت ۴۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ؕ لہ

یعنی تم ان لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرکے پکارا کرو اللہ کے نزدیک یہی پورا انصاف ہے اور اگر تم کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دین کے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں۔

اس کے بعد اسلام نے ہجرت کی بنیاد پر وراثت کو قائم کیا۔ چنانچہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے یعنی مہاجرین ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔

اسی طرح اسلام نے ان مواخات کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان قائم کی اسباب وراثت میں سے ایک سبب قرار دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ لہ

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو رہنے کی جگہ دی اور ان کی مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

اس کے بعد اسلام نے قرابت کو اسباب وراثت میں شمار کیا اور ہر ایک کے حصص مقرر کئے خواہ مرد ہوں یا عورت اور بڑے ہوں یا چھوٹے۔ اور زوجیت کو بھی وراثت کا ایک سبب قرار دیا چنانچہ زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ لہ

---

لہ سورہ الاحزاب آیت ۵ — لہ سورہ الانفال آیت ۷۲

لہ " " ۶

یعنی اور رشتہ دار کتاب اللہ میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے۔

نیز دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم ۚ مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝ [1]

یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے متعلق تم کو حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔ سو اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو اس مال کا دو تہائی ملے جو کہ چھوڑ کر مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو کل ترکہ کا نصف ملے گا۔ اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا حصہ مقرر ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہے اور اگر اس

[1] سورہ نساء آیت ۱۱-۱۲

میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور صرف اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا حصہ ایک تہائی ہے اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا (اور باقی باپ کو ملے گا) اس وصیت کو نکال لینے کے بعد جس کی وصیت میت کر جائے اور اس قرض کی ادائگی کے بعد جو میت کے ذمے ہو۔ تمھارے باپ اور بیٹے جو ہیں تم ان کے متعلق پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ ان میں سے کون سا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے۔ یہ حکم من جانب اللہ مقرر کیا گیا ہے بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔ اور تم کو اس ترکے کا آدھا ملے گا جو تمھاری بیویاں چھوڑ جائیں اگر ان کے کچھ اولاد نہ ہو۔ اور اگر بیویوں کے کچھ اولاد ہو تو اس صورت میں ان کے ترکے میں سے تم کو چوتھائی ملے گا۔ یہ میراث اس وصیت کے نکالنے کے بعد ملے گی جس کی وصیت وہ کر جائیں یا اس قرض کی ادائیگی کے بعد ملے گی جو ان کے ذمے ہو اور ان بیویوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکے کا جو تم چھوڑ جاؤ اگر تمھارے کچھ اولاد نہ ہو تو اور اگر تمھارے کچھ اولاد ہو تو اس صورت میں تمھارے ترکے میں سے ان کو آٹھواں حصہ ملے گا اس وصیت کے نکالنے کے بعد جو وصیت تم کر جاؤ یا اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو تمھارے ذمے ہو۔ اور اگر وہ میت جس کی میراث دوسرے کو ملے گی خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں نہ فروع ہوں اس کے ایک بھائی یا ایک بہن (اخیافی) ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ لوگ ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں برابر کے شریک ہوں گے اس وصیت کو نکالنے کے بعد جس کی وصیت کر دی جائے یا اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو میت کے ذمے ہو بشرطیکہ وصیت کرنے والا اپنی وصیت سے کسی کو ضرر نہ پہنچاوے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے اور تحمل کرنے والے ہیں۔

اس طرح اسلام نے ولاء عتاقت کو بھی سبب وراثت قرار دیا چنانچہ آقا اپنے آزاد کردہ

غلام کا وارث ہوتا ہے لیکن حلیف ہونے یا موالات کی وجہ سے وراثت جمہور فقہاء کے نزدیک منسوخ ہے اور بعض کے نزدیک منسوخ نہیں ہے [1]

# معاملات کے متعلق عربوں کا نظام قانون

اسلام سے قبل عربوں میں کئی قسم کے معاملات رائج تھے مثلاً شرکت، مضاربت، رہن اور بیع وغیرہ۔

**(۱) عقد شرکت** عربوں میں شرکت کا عام رواج تھا۔ چنانچہ خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل سائب بن ابی السائب کے ساتھ شرکت کا کاروبار کرتے تھے فتح مکہ کے دن جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

مرحبا باخی وشریکی لا یدارئ ولا یماری [2]

یعنی میرے بھائی اور میرے شریک کو خوش آمدید ہے جو نہ لڑائی کرتے تھے اور نہ جھگڑا۔

اسلام نے عقد شرکت کو برقرار رکھا اور فقہاء نے اس کے شرط و قواعد واضح کئے۔

**(۲) عقد مضاربت یا عقد القراض** اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب مال کسی کو اپنا مال دے تاکہ وہ مقررہ نفع پر اس مال سے تجارت کرے عربوں میں اس کا بھی رواج تھا اہل عرب سردیوں میں یمن کا اور گرمیوں میں شام کا تجارت کی غرض سے بڑا سفر کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ ہے:-

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ o اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ o [3]

---

[1] تفسیر طبری جلد ۸ ص ۳۲ - الجصاص احکام القرآن جلد ۲ ص ۷۳ - ۷۷

[2] المقریزی امتاع الاسماع ص ۸ - ۹ -

[3] سورہ قریش آیت ۱ - ۲

یعنی چونکہ قریش خوگر ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی سفر کے خوگر ہو گئے ہیں تو ان کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا۔ اسلام نے عقد مضاربت کو برقرار رکھا[۱]۔

**(۳) عقد سلم** یعنی عقد کے وقت جو چیز موجود نہ ہو اس شرط پر بیع کرنا کہ بایع بعد میں وقت مقررہ کے اندر وہ چیز مشتری کے حوالے کر دیگا۔ عربوں میں اس عقد کا بھی عام رواج تھا۔ اسلام نے اس عقد کو برقرار رکھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ :-

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینته وھم یسلفون فی الثمار السنة والسنتین فقال من اسلف فلیسلف فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم[۲]

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ پھلوں میں ایک سال یا دو سال کے لئے بیع سلف کرتے تھے (پیشگی رقم ادا کر دیتے تھے) تو آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص بیع سلف کرے تو اسے چاہیے کہ وہ معلوم پیمانہ میں معلوم وزن میں اور معلوم مدت تک کے لئے بیع سلف کرے۔

**(۴) قرض اور سود** زمانہ جاہلیت میں عربوں میں قرض کا رواج تھا جس پر وہ لوگ سود لیا کرتے تھے ایک مدت کے لئے قرض کا معاملہ کرتے جس کی ادائیگی میں زیادتی کی شرط لگاتے تھے جب قرض کی ادائیگی کا وقت آتا تو قرض خواہ قرضدار سے کہتا کہ یا تو قرض ادا کرو ورنہ سود دو۔ اگر وہ ادا نہ کرتا تو قرض خواہ بغیر مزید قرض میں اضافہ کر دیتا تھا اور قرض کی یہ رقم بڑھتی رہتی تھی اسلام نے اس کو حرام کیا اور سود کے تمام اقسام سے ان کو منع کیا[۳]۔

---

[۱] الروض النضیر شرح مجموع الفقہ الکبیر جلد ۳ ص ۲۴۶ [۲] الشوکانی نیل الاوطار جلد ۵ ص ۲۲۶
[۳] الجصاص احکام القرآن جلد ۱ ص ۴۶۴، الخضری التشریع الاسلامی ص ۹۵۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

احل اللہ البیع وحرم الربا [1]

یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے:۔

نیز ارشاد فرمایا:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [2]

یعنی اے ایمان والو سود مت کھاؤ کئی حصے زائد کر کے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔

ایک اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ [3]

یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کر لو تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے اور اس قانون کے بعد تم نہ کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ:۔

الا ان کل شیٔ من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع وربا الجاھلیۃ موضوع کلہ واول ربا اضعہ ربا عباس بن

---

[1] سورہ البقرہ آیت ۲۷۵۔

[2] سورہ آل عمران آیت ۱۳۰۔

[3] سورہ البقرہ آیت ۲۷۸۔۲۷۹۔

عبد المطلب [1]

یعنی خبردار ہو جاؤ کہ زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہے اور زمانہ جاہلیت سود ساقط کیا جاتا ہے اور سب سے پہلا سود جسے میں ساقط کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے

**(۵) رہن** عربوں میں رہن کا بھی رواج تھا۔ جب وہ قرض لیتے تھے تو اس کے بدلے میں اپنی کوئی چیز رہن رکھ دیتے تھے۔ اور جب قرض کی مدت گزرنے پر قرض ادا نہیں کیا جاتا تھا تو جس شخص کے پاس کوئی چیز رہن رکھی گئی ہے وہ اس رہن رکھی ہوئی چیز کا مالک بن جایا کرتا تھا۔ اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لا یغلق الرھن [2]

یعنی جب رہن رکھنے والا شخص میعاد مقررہ میں قرض ادا نہ کر سکے تو جس شخص کے پاس کوئی چیز رہن رکھی گئی ہے وہ شخص اس رہن رکھی ہوئی چیز کا مالک نہیں بن سکتا اور اس کو روک نہیں سکتا۔

**(۶) تجارت** عربوں میں کئی قسم کی تجارتوں کا رواج تھا۔ اسلام نے ان تمام تجارتوں کو برقرار رکھا جو طرفین کی رضامندی پر قائم تھیں اور ان تمام بیوع کو باطل کر دیا جو طرفین کی رضامندی کے خلاف ہوں یا جن میں کسی قسم کا دھوکہ ہو یا جن میں دوسرے کا مال غلط طریقے سے کھایا جایا۔ چنانچہ اسلام نے عربوں میں رائج مندرجہ ذیل بیوع کو باطل قرار دیا:۔

**(الف) بیع منابذہ، ملامسہ، حصاۃ** بیع منابذہ کا مطلب ہے کسی مال تجارت کو خریدنے کے لئے اس مال کی طرف خریدار اپنا کپڑا پھینک دے بیع ملامسہ کا مطلب ہے کہ خریدار مال تجارت کو چھولے اور بیع حصاۃ کا مطلب ہے کہ خریدار مال تجارت پر کنکری رکھ دے۔

زمانہ جاہلیت میں یہ تینوں بیوع رائج تھیں اور ان پر عربوں کا عمل تھا۔ جب کوئی شخص مال تجارت کو چھولیتا یا اپنے ساتھی کی طرف کپڑا پھینک دیتا یا اس پر کنکری رکھ دیتا تو بیع تمام

[1] المقریزی امتاع الاسماع جلد ا ص ۵۲۲-۵۲۳ [2] الجصاص احکام القرآن جلد ا ص ۵۲۲ -

ہو جاتی تھی اور ایجاب و قبول کے بغیر ہی بیع وجود میں آجاتی تھی اسلام نے ان تمام بیوع کو باطل قرار دیا اور ان سے منع کیا۔

حدیث شریف میں آیا ہے :۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الحصاۃ والملامسۃ والمنابذۃ فی البیع ؎۱

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حصاۃ، بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا ہے۔

بعض حضرات نے بیع حصاۃ کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ تاجر کپڑوں میں کنکری پھینکے اور یہ کہے کہ جس کپڑے پر کنکری جاکر گرے وہ میں نے تم کو فروخت کیا۔ یا زمین کے جس حصے پر کنکر پہنچے وہ میں نے تم کو فروخت کی۔ اور بیع ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے یہ کہے کہ میں نے اپنے کپڑے کو تیرے کپڑے کے عوض فروخت کرتا ہوں اور ان دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے کپڑے کو نہیں دیکھتا لیکن اس کو چھو لیتا ہے۔ اور بیع منابذہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ جو میرے پاس ہے وہ میں پھینکتا ہوں اور جو تیرے پاس ہے تو اسے پھینک دے اس طرح ان میں سے ہر ایک دوسرے سے خرید و فروخت کرتا ہے لیکن ان میں سے کسی کو یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ دوسرے کے پاس کتنا مال ہے ؎۲

**(ب) بیع نجش** یعنی مال تجارت کی تعریف کرکے تاجر کی حمایت و موافقت کرنا۔ اور بقول بعض دوسروں کو پھنسانے کے لئے بغیر خریداری کے ارادے کے مال کی قیمت بڑھا دینا یا ایک چیز سے رغبت ہٹا کے دوسری کی طرف رغبت دلانا۔

امام شافعیؒ نے بیع نجش کی یہ تفسیر بیان کی ہے :۔

ان یحضر الرجل السلعۃ تباع بہا ثمنا وھو لا یرید شراءھا لیقتدی بہ السوم فیدفعون بہا اکثر مما کانوا یعطون لو لم

؎۱ الجصاص احکام القرآن جلد ۱ ص ۵۳۰۔

؎۲ الشوکانی نیل الاوطار جلد ۵ ص ۱۴۷-۱۵۰

یسمعوا سومه ویقع النجش بمواطاة البائع وقد یقع بغیر علمه[1]

یعنی بیع نجش یہ ہے کہ آدمی مال تجارت کے پاس آئے اور اس مال کی قیمت ادا کرے حالانکہ اس کا ارادہ خریدنے کا نہ ہو بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہو کہ دوسرے خریدار اس کی پیروی کریں اور اس کی قیمت سے زیادہ قیمت ادا کریں کبھی یہ معاملہ تاجر کی ملی بھگت سے ہوتا ہے اور کبھی اس کے علم کے بغیر بھی ہوتا ہے۔

عربوں میں یہ بیع بھی رائج تھی۔ لیکن اسلام نے اس بیع کو ممنوع قرار دیا چنانچہ حدیث میں آیا ہے:-

نہی النبی صلی الله علیہ وسلم عن النجش ۔[2]

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع کیا ہے۔

**(ج) بیع مدین** عربوں میں رواج تھا کہ اگر مقروض میعاد مقررہ میں قرض ادا نہیں کرتا تھا تو قرض خواہ باقی ماندہ قرض کی وصولی کے لئے قرض پر دی ہوئی چیز کو فروخت کر دیتا تھا اسلام نے اس کو حرام قرار دیا اس لئے کہ قرض خواہ کو قرض کے مطالبے کا تو حق ہے لیکن ادھار فروخت کی ہوئی چیز کو واپس لے کے فروخت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔[3]

# قتل کے متعلق عربوں کا نظام قانون

**(الف) قصاص** عربوں میں قصاص کا بھی رواج تھا اور مقتول کے ولی کو مجرم سے قصاص کے مطالبہ کا حق تھا۔ لیکن یہ قصاص مجرم کی ذات تک محدود نہ تھا۔ بلکہ قبیلہ کے تمام افراد سے قصاص لیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بعد میں آنے والی نسلوں سے بھی

---

[1] ڈاکٹر عبدالکریم زیدان المدخل لدراسة التشریعة الاسلامیة ص۳۶۔

[2] الشوکانی نیل الاوطار جلد ۵ ص۱۶۶۔

[3] الاوضاع التشریعیة ص۶۱۔

قصاص لیا جاتا تھا۔ اور مقتول اپنے ورثہ کو قصاص کی وصیت کر جاتے تھے۔

اسلام نے قصاص کو مجرم کی ذات تک محدود کر دیا۔ ارشاد خداوندی ہے :۔

لاتزر وازرة وزر اخری۔ [1]

یعنی اور قصاص کی تشریعی حکمت یہ بیان فرمائی کہ ایک تو اس میں خون کے لئے ہمارا حق ہے دوسرے مجرموں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے :۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ [2]

یعنی اے عقلمندو قانون قصاص میں تمہارے واسطے بڑی زندگی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ پرہیز رکھو گے۔

اس کے علاوہ اسلام نے بھی مقتول کے ولی کو مجرم سے قصاص کے مطالبہ کا حق دیا ہے [3]

**(ب) دیت** زمانہ جاہلیت میں عربوں میں دیت کا بھی رواج تھا اور اس کو وہ اپنے افعال جمیلہ میں سے شمار کرتے تھے۔ اسلام نے اس نظام کو برقرار رکھا اور قتل خطاء میں مجرم کے قبیلے کے عصبات پر دیت مقرر کی۔ قاتل کے ساتھ اس کے عصبات کو دیت میں شرکت کا مقصد ہمدردی اور تعاون حاصل کرنا ہے۔ اور قتل عمد میں بھی اسلام نے دیت مقرر کی ہے جبکہ مقتول کے اولیاء راضی ہوں لیکن یہ دیت صرف مجرم پر عائد ہوگی۔ [4]

---

[1] سورہ فاطر آیت ۱۸۔

[2] سورہ البقرہ آیت ۱۷۹۔

[3] الخضری تاریخ التشریع الاسلامی ص۹۷۔

[4] الجصاص احکام القرآن جلد ۲ ص ۲۲۶ ۔ ۲۲۷۔ الخضری تاریخ التشریع الاسلامی ص۹۸۔

**(ج) قسامت** عربوں میں قسامت کا بھی رواج تھا۔ جس کی صورت یہ تھی کہ کسی گاؤں یا محلہ میں کوئی مقتول پایا جائے لیکن قاتل معلوم نہ ہو اور ایسے آثار موجود ہوں جن سے گمان غالب ہو کہ قاتل اسی گاؤں یا محلہ سے تعلق رکھتا ہے ایسی صورت میں مقتول کے اولیاء کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس گاؤں یا محلہ کے پچاس آدمیوں سے پچاس قسموں کا مطالبہ کریں کہ نہ تو انہوں نے قتل کیا ہے اور نہ انہیں قاتل معلوم ہے اسلام نے قسامت کے نظام کو برقرار رکھا۔ حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسامت کو جاہلیت کے طریقہ پر برقرار رکھا۔ اگر وہ قسم کھالیں تو ان پر دیت واجب ہو گی اور اگر انکار کریں تو وہ قید کئے جائیں گے یہاں تک کہ یا تو وہ قسم کھائیں یا اقرار کریں۔[1]

# دعوی کے متعلق عربوں کا نظام قانون

زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ مدعی اپنے دعوی کی صحت پر کوئی ثبوت فراہم کرتا اور اگر اس پر قدرت نہ ہوتی تو مدعا علیہ سے قسم لیتے تھے اسلام نے اس رواج کو برقرار رکھا۔ حدیث شریف میں ہے:۔

البینۃ علی من ادعی والیمین علی انکر۔[2]

یعنی بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہے اور جو شخص انکار کرے اس کے ذمے قسم ہے۔

---

[1] الشوکانی نیل الاوطار جلد ۷، ص ۳۶-۳۷۔

[2] الاوضاع التشریعیۃ ص۲۹، البیہقی السنن الکبریٰ جلد ۸/۱۲۳-۱۰/۲۵۲، الزیلعی نصب الرایۃ ۴/۹۵-۹۶ - العسقلانی الدرایۃ ۲/۱۷۵-رقم ۸۴۰- العسقلانی تلخیص الحبیر ۴/۲۰۸- رقم ۲۱۳۵، ابن قطلوبغا تخریج احادیث البزدوی ص ۱۷۵-۱۷۶، الترمذی سنن ۲/۳۹۹ رقم ۱۲۵۶، الاحوذی تحفہ ۱۳۵۶- ابن الاثیر جامع الاصول ۱۰/۴ ۵۵، رقم ۷۱۵۷، ۱۰/۵۵۵ رقم ۷۶۵۸، الدارقطنی سنن ۳/۱۱۱-۴/۲۱۷، ۲۱۸ السیوطی الجامع الصغیر ۱/۱۲۸، المناوی التیسیر ۱/۴۴۴، البخاری الرہن ۲/۵۲، المسلم الاقضیۃ ۲/۳۳۶، رقم ۱۷۱۱/۲، المسلم شرح النووی جلد ۲ ص ۷۲، ابن ماجہ الاحکام ۲/۷۸، رقم ۲۳۲۱، ابو حنیفہ مسند ص ۱۳۲ - رقم ۴۹۴ ابو حنیفہ جامع المسانید ۲/۲۷۰-۲۷۱ -